حالات حاضرہ:

مختلف تہذیبوں کے مابین مکالمہ
ایشیائی اتحاد کی پہلی شرط

عیسیٰ رضازادہ

جنگی پس منظر میں دنیا کے نقشے پر ایشیا کا جغرافیائی محل وقوع سوپر طاقتوں کے لئے کافی اہم ہے اور وہ یہاں بھی اپنی بالادستی قائم کرنا چاہتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کبھی جغرافیائی اور سیاسی حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو اہم فیصلوں کے ذریعہ لیڈرشپ کا مرکز یورپ اور امریکہ سے ایشیاء کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو سارا بین الاقوامی نظام بھی تبدیل ہو جائے گا اور یہ تبدیلی یقیناً توسیع پسندی کے رجحان کو ختم کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہوگی۔ سوپر پاور سا اس تبدیلی کے سدباب کے لئے اپنے تمام ذرائع اور وسائل کو روبکار لائیں گے۔ لیکن وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی تبدیلی لائی جائے۔ لیکن اس کے لئے ایشیائی اتحاد پہلی شرط ہوگی۔

اور ایشیائی اتحاد کے لئے مختلف تہذیبوں کے مابین مکالمہ نہایت ضروری ہے۔ اسی مکالمہ کے ذریعہ ایشیائی برآعظم میں اتحاد قائم ہوسکتا ہے۔

(۱) ایشیائی اتحاد کی ضرورت

(الف) وقت کا تقاضہ خطہ واریت:

موجودہ دور میں اقتدار اعلیٰ قومی سلامتی، قومی مفاد اور متعلقہ تشویشات کے تناظر میں نئی سمتیں اور وسیع مضمرات سامنے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی سلامتی کی تعریف بھی وسعت اختیار کرچکی ہے جس

میں اب کئی سماجی برائیوں سے نبرد آزمائی بھی شامل ہوگئی ہے۔ جیسے منشیات کی ناجائز تجارت، بڑھتی ہوئی دہشت گردی، وباؤں اور بیماریوں کا پھوٹ پڑنا، اور انکا انسداد ماحولیاتی آلودگی، ہتھیاروں کی دوڑ اور وسیع تباہی کا باعث بننے والے نیوکلیائی ہتھیاروں کا پھیلاؤ وغیرہ۔ اس زمرے میں کثیر اقوامی دبدبہ اور اجارہ داری قائم کرنے کا رجحان اور اس کے لئے بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں کا استعمال کیا جانا بھی شامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب علاقائی اور براعظمی مسائل ہیں جن کا سامنا خود علاقائی ممالک کو کرنا ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ استحکام اور سلامتی قومی مسائل ہیں اور تمام فریقین کو متحد ہوکر انھیں حل کرنا ہوگا۔

(ب) **ایک ہی منزل:** ایشیائی برادری کی اپنی مخصوص شناخت ہے اپنی اقدار ہیں اور ایک ہی منزل ومقدر ہے۔ اسے اب نئے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ دور جدید کی سیاسی وسماجی تناظر اور سائنس و ٹیکنالوجی کی حیرت ناک ترقی سے نئے حقائق ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ترقی اور فروغ سے ایشیا بھی غیر متاثر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے گزشتہ دو صدیوں کے تجربات تمام ایشیائیوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ عدم فیصلہ، پس وپیش اور ضرورت سے زیادہ خوش فہمی ایک بار پھر ماضی کے نوآبادیاتی نظام کو جدید شکل میں واپس لانے میں معاون ہوسکتے ہیں۔

(ج) **وسائل سے مالا مال ایشیا:** یہ مخصوص جغرافیائی صورت حال ایشیا کو ایک انوکھی اہمیت کا حامل بناتی ہے۔ عالمی آبادی کا ۶۰ فی صد حصہ ایشیا میں رہتا ہے۔ جو پوری دنیا کو نفری طاقت مہیا کرسکتا ہے۔ دنیا کی ساری زمین کا ایک تہائی حصہ ایشیا کے پاس ہے اور دیگر براعظموں کے مقابلے میں وہ سب سے بہتر پوزیشن میں ہے۔ متعدد ایشیائی ممالک کے پاس نیوکلیائی طاقت اور جدید تکنالوجی بھی ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو امریکی اور یورپی تسلط سے آزاد کریں۔

ایشیائی ممالک معدنیاتی وسائل سے بھی مالا مال ہیں۔ دنیا کا ۷۵ فی صد تیل یہیں پیدا ہوتا ہے۔ قدرتی گیس اور کوئلہ کے ذخائر بھی یہاں موجود ہیں۔ اس طرح ایشیا نہ کہ صرف خود کفیل ہے بلکہ دوسرے ممالک کی ضرورتوں کو بھی پورا کرسکتا ہے۔ بین الاقوامی اقتصادی اور تجارتی زمروں میں جاپان اور دیگر ساحلی ممالک کافی بہتر پوزیشن میں ہیں۔ عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوستان بھی تیزی کے ساتھ ترقی کررہا

ہے۔ بین الاقوامی تجارت، ہلکی و بھاری صنعتوں، صارفین کے لئے پیداوار اور کان کنی وغیرہ میں بھی ایشیا کی صورتِ حال کہیں بہتر ہے۔ لہذا اب وقت کی ضرورت یہی ہے کہ ''ایشیائی مشترکہ بازار'' کے تصور کو عملی شکل دینے پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے۔

(۲) رکاوٹیں اور ان کے انسداد کی تدابیر

ایشیائی ممالک کی ترقی: دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں ایشیائی ممالک میں توسیع اور پھیلاؤ کی زیادہ گنجائش موجود ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ زمین کے جغرافیائی پھیلاؤ اور علاقہ کی مادی اور انسانی خصوصیات کے درمیان معکوس تعلق ہے۔ یعنی جب جغرافیائی علاقہ چھوٹا ہوتا ہے، تو اس کی خصوصیات کے درمیان یکسانیت زیادہ ہوگی۔ اور یہ ہی معاملہ اس کے برعکس حالت کا بھی ہوگا۔ لہذا علاقائی تناظر میں ایشیا مختلف حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ اپنی ایک مخصوص شناخت بھی رکھتا ہے۔

(ب) علاقائی و مقامی اختلافات: دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ایشیائی ممالک کے مابین بھی اختلافات اور کشاکش موجود ہے۔ یہ اختلافات تصوراتی نظریاتی، سماجی، سیاسی، معاشی، اور تاریخی نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ بہت سے ایشیائی مسائل اور اختلافات بظاہر داخلی نظر آتے ہیں، لیکن ان کا اثر علاقائی اور بین الاقوامی رشتوں پر بھی پڑتا ہے، جیسے افغانستان اور تاجکستان۔ اسی طرح بین ریاستی اختلافات بھی موجود ہیں، جیسے کشمیر، کوریا اور ہند و چین وغیرہ۔

(ج) خارجی طاقتوں کے اثرات: گذشتہ صدیوں میں امریکی اور یورپی طاقتوں نے اپنی اجارہ داری میں اضافہ کرنے کے مقصد سے ایشیائی ممالک کے وسائل کا جم کر استعمال کیا ہے۔ انھوں نے براہ راست یا بالواسطہ طور سے ایشیاء میں اپنی فعال موجودگی کا احساس دلایا ہے۔ وہ ایشیا کی جغرافیائی و سیاسی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر یہ سارے جغرافیائی و سیاسی عناصر متحد ہو جائیں تو لیڈر شپ اور اہم فیصلے کرنے کا مرکز امریکہ اور یورپ سے نکل کر ایشیا کی طرف منتقل ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں سارا بین الاقوامی نظام تبدیل ہو جائے گا۔ لہذا وہ ایسی صورت حال پیدا نہیں ہونے دینا چاہتے۔ کیوں کہ اس سے ان کی چودھراہٹ اور اجارہ داری کم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ وہ ایسی تبدیلی کو رونما ہونے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

(د)عدم اعتماد :ایشیا کو خود اعتمادی کی ضرورت ہے۔ایشیائی ملکوں میں عدم اعتمادی بہت سے اختلافات کا سبب بنی ہے۔اسی کی وجہ سے بین براعظمی تجارتی تعاون کو نقصان پہونچا اور سائنسی ترقی پر بھی منفی اثر پڑا۔

خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ۹۰ء کی دہائی میں ایشیائی ممالک نے اعتماد کی بحالی کے لئے نئی کوشش کی ہیں اور ان میں استحکام پیدا کرنے کے لئے متعدد معاشی وتجارتی تنظیموں کی تشکیل بھی کی گئی ہے جیسے سارک،(SAARC) ایسیان (ASEAN) اور ای۔سی۔او وغیرہ۔ ان تنظیموں نے ایشیائی اتحاد کے لئے نئی راہیں کھولی ہیں۔سارک اور ای۔سی۔او۔ممالک کی آبادی تقریباً ڈیڑھ ارب ہوگی۔ان دونوں تنظیموں سے ۱۷ ایشیائی ممالک وابستہ ہیں۔ان دونوں تنظیموں کے مابین زیادہ موثر تعلقات پیدا کرنے کے امکانات کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے۔

(۳)ایشیائی اتحاد کے مختلف منظر نامے

(الف)جغرافیائی منظر نامہ :ایک مشترکہ جغرافیائی صورت حال کے پیش نظر متعدد ایشیائی ممالک ایک دوسرے کے قریب آنے کے خواہش مند ہیں۔یہ تناظر وسیع تر ایشیائی اتحاد کے لئے نہایت اہم اور مفید ہے۔اسے اس وجہ سے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ہماری آئندہ نسل کو بھی متاثر کرے گا۔

(ب)**سیاسی جغرافیائی منظر نامہ**:یہ ایک کافی اہم تناظر ہے۔ایشیائی ممالک اپنی گوناگوں سیاسی وسماجی اقدار کی بنیاد پر خاص اہمیت کے حامل ہو گئے ہیں۔ان میں چار ریجن [علاقائی خطہ] ہیں ان میں کئی ایسے ہیں جن کو قطبیت کی پوزیشن حاصل ہے:

(i)**مشرقی ایشیا** :اس خطے میں چین،شمالی اور جنوبی کوریا،منگولیا،جاپان،تائیوان،فلپینس،برونائی، سنگاپور،انڈونیشیا،ملیشیا،ویتنام،کمبوڈیا،تھائی لینڈ،لاؤس اور میانمار شامل ہیں۔ ان میں سے چین،جاپان اور انڈونیشیا خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

(ii)**جنوبی ایشیا** :اس خطے میں ہندوستان،پاکستان،بنگلہ دیش،سری لنکا،بھوٹان،نیپال،اور مالدیپ شامل ہیں۔ان میں ہندوستان اور پھر پاکستان کی جغرافیائی اور سیاسی صورت حال بہتر ہے۔

(iii)**مغربی ایشیا** :مغربی ایشیا کے خطے میں ایران،افغانستان،عمان،متحدہ عرب امارات،عراق،قطر،

بحرین،کویت، سعودی عرب،یمن، شام،لبنان،فلسطین، ترکی، آرمینیا،آذربائیجان اور جارجیا شامل ہیں۔ان میں ایران،ترکی اور شام کوقطبی حیثیت حاصل ہے۔

(ج) **مشترکہ موقف کا منظر نامہ**:اس زمرے میں ان ایشیائی ممالک کو رکھا جاسکتا ہے جن کا طرز فکر اور نظریہ ایک جیسا ہے اور وہ قومی بین الاقوامی مسائل پر یکساں موقف اختیار کرتے ہیں۔اس گروہ میں بتدریج اضافہ ہوسکتا ہے۔مثال کے طور ایسے ممالک جو ایشیاء کی سلامتی ایشیائی مشترکہ منڈی اور ایشیائی مشترکہ تہذیب وغیرہ جیسے امور پر اتفاق رائے رکھتے ہیں متحد ہو سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں سب سے اہم سیاسی اور ثقافتی مسئلہ ہے مختلف تہذیبوں کے مابین مکالمہ جس کا اثر آنے والی نسلوں پر پڑے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تہذیبوں کے مابین مکالمہ کا فوری طور خوش آئند نتیجہ سامنے آنے کی توقع نہیں کی سکتی۔لیکن ہمیں بہت زیادہ نا امید بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ آج جب کہ ہم نئے الفی میں داخل ہورہے ہیں۔ایشیائی اقوام کے مابین مکالے کے ذریعہ باہمی شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔یہ ایک نازک معاملہ ہے جس میں نہایت تدبر تحمل اور سنجیدگی سے کام لینا ہوگا۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اب وقت آ گیا ہے کہ ہم انسانی حقوق آزادی انصاف، مساوات اور ایک دوسرے کے تئیں احترام کے جذبات کو فروغ دیں۔اقوام متحدہ کی ایکزیکیٹیو ڈائرکٹر ایلزبتھ ڈاؤڈزویل کے مطابق نئی صدی کی شروعات میں ایک نیا عالمی نظم اور امن قائم کرنے کا منتر ہے''گلوبل ویلیج''

نئے الفی کی آمد ہے۔لوگ آہستہ آہستہ ایک ایسے ماحول کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کو اقوام متحدہ کے سابق سکریٹری جنرل بطرس غالی نے''ایک نئی تنہائیت'' New Isolationism کہا تھا. تہذیب کے وہی عناصر زندہ رہتے ہیں جن میں مواصلاتی طاقت ہوتی ہے۔مواصلاتی طاقت میں''کہنا اور سننا'' شامل ہوتا ہے۔لہذا تہذیبوں کے مابین مکالمہ میں بھی''کہنا اور سننا'' شامل ہے۔یہ ایک ایسا وصف ہے جو ہر ایک میں موجود نہیں ہوتا۔اس کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔جس کے لئے سخت محنت اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

مجھے ۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو سابق روسی صدر کا کہا ہوا قول یاد آ رہا ہے۔انھوں نے کہا تھا کہ کسی بھی حکومت کے نظام میں ضابطہ اخلاق سب سے اہم جزو ہوتا ہے۔یہ ہر انسانی معاشرے کے لئے ضروری ہے۔

مکالمہ سیاسی کلچر کی گراوٹ کو روک سکتا ہے اور جنگ کے کلچر کو امن کے کلچر میں بدل سکتا ہے۔

انسانی تہذیب نے اپنے ماضی و موجودہ دور کے تجربوں سے جو مواصلاتی کامیابیاں حاصل کی ہیں انھوں نے ہمہ جہت ثقافت کو فروغ دیا ہے۔لہٰذا مکالمہ نہ صرف امن و یک جہتی کے لئے ضروری ہے بلکہ یہ ترقی اور تخلیق کاری کے لئے بھی لازمی ہے۔

دلوں کو قریب لانے کے لئے ذہنوں کو قریب لانے کی ضرورت ہے۔دانشوروں کو اس تصور پر غور کرنا ہوگا،اسے سمجھنا ہوگا اور پھر لوگوں تک اسے پہونچانا ہوگا۔

ایشیا دنیا کا سب سے قدیم براعظم ہے جو اپنے میں قدیم تہذیبوں کو سمیٹے ہوئے ہے سب سے زیادہ قابل مکتب ہائے فکر اور مذہبی تحریکیں ایشیا ہی سے پیدا ہوئیں۔ہندوستان میں بدھ،ایران میں زرتشت،چین میں کنفیوشس،اور یہودی عیسائی مذہب اور اسلام بین النھرین عرب خطے میں پیدا ہوئے۔

اب کچھ خاص مکتب ہائے فکر کی تعلیمات پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے:

(۱) **تاؤازم**: سادہ زندگی کی تعلیم دیتا ہے اور خود غرضی کی نفی کرتا ہے

(۲) **کنفیوشس کا مذہب**: معاشرے کے لئے اخلاق اور نظم کو ضروری قرار دیتا ہے۔یہ پانچ رشتوں پر زور دیتا ہے جو حاکم و رعایا،باپ اور بیٹے اور زن وشوہر کے درمیان ہوتے ہیں۔

(۳) **جین مت**: جین ازم کا جوہر ہے اہنسا (عدم تشدد)

(۴) **بدھ مت**: چار سچائیوں پر زور دیا ہے:(الف) انسانی تکلیف (ب) ہر تکلیف کی ایک وجہ بھی ہوتی ہے۔(ج) وجہ ہی خواہش ہے۔(د) اگر خواہشات پر قابو پالیا جائے تو تکلیف کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(۵) **ہندو دھرم**: ہندو مذہب میں بھی انسانیت،امن اور یکساں زندگی پر زور دیا گیا ہے۔

(۶) **زرتشتی مذہب**: تعلیمات کی بنیاد صحیح نظریہ،صحیح الفاظ اور صحیح عمل پر ہے۔

(۷) **اسلام،عیسائی مذہب اور یہودیت**: خدا کے وجود پر یقین،موت کے بعد زندگی اور انسان و معاشرے کی تطہیر۔ایشیاء کے تمام مذاہب پر چاہے وہ قدیم ہوں یا جدید نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی یکجہتی،باہمی احترام،عدم تشدد،انسانی دکھوں کو دور کرنے،صحیح نظریہ اور عمل صالح اور امن و آشتی کا سبق سبھی نے دیا ہے یعنی ایشیائی لوگوں کا مجموعی عقیدہ بھی یہی ہے۔لہٰذا ان کے دلوں کو مکالمے کے ذریعہ

قریب لانے میں کوئی زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ہم اسے ایشین ویلیوسسٹم [ASIANVALUE SYSTEM] کہہ سکتے ہیں۔

اس مکالمے کو عملی شکل دینے کے لئے عظیم تہذیبی وراثت کے حامل ایشیا کے تین ممالک کا نام لیا جاسکتا ہے: مغربی ایشیا میں ایران, جنوبی ایشیا میں ہندوستان اور مشرقی ایشیا میں چین۔

میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ایران اور ہندوستان اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔تاریخ داں اور تمام دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان اور ایران دونوں قدیم اور عظیم ثقافتی ورثے کے حامل ہیں اور ان دونوں ممالک کے درمیان تاریخی اور خوشگوار رشتے قائم رہے ہیں۔اس بات کو ہندوستان کے سابق وزیر اعظم آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کے قول سے تقویت ملتی ہے۔انھوں نے کہا تھا کہ ''جو اقوام اور لوگ ہندوستان کے ربط میں آئے ان میں ایران ہی ایک ایسا ملک ہے جس نے اپنی ثقافت کی گہری چھاپ ہندوستان پر چھوڑی اور باہمی رشتوں کو پائیداری اور تسلسل بخشا۔''

ایران کی تہذیب اور ثقافت اہم اور قدیم ہے۔اس پس منظر میں مختلف تہذیبوں کے مابین مکالمہ کا تصور پیش کیا گیا جو بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والی پیچیدگیوں اور ان سے ہونے والی تشویشات کے تعلق سے نہایت اہم اور سنجیدگی کے ساتھ قابل غور ہے۔اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے عزم محکم اور سعی پیہم کی ضرورت ہے۔ابتدائی مرحلے میں مکالمہ کا عمل ایشیا تک ہی محدود ہوگا۔ایشیا کی بیدار مغز اقوام اپنی اعلیٰ خصوصیات اور روشن تاریخ کے ساتھ مکالمے کو اپنے علاقے و خطے میں فروغ دیں گی۔مکالمے کی علاقائیت کا یہ عمل دنیا کے دیگر خطوں کے لئے بھی مثال بن سکتا ہے۔

آخر میں میں یہی کہنا چاہوں گا کہ ایشیا اس وقت تیسرے الفی کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔یقیناً اس کے لئے ۲۱ویں صدی ۲۰ویں صدی سے مختلف ہوگی۔آج ایشیائی لوگ اپنی اور اپنے متعلقہ خطوں کی صورت حال کے تئیں بیدار ہیں۔وہ آنیوالے زمانے میں اپنی وہ جگہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کا انھیں حق حاصل ہے۔اور اس میں شک نہیں کہ آنے والی صدی ایشیائی صدی ہوگی۔